Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal | Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal | Impact Factor 5.69 | ISSN No. 2456-1665

ڈاکٹر صادق علی اور جدید مراٹھی شاعری

Dr. Sadiq Ali and Modern Marathi Poetry

Dr. Qureshi Ateeque Ahmed Abdul Quddus — ڈاکٹر قریشی عتیق احمد عبدالقدوس
Head, Department of Urdu — صدر شعبہ اُردو
Arts, Sci. & Comm. College, Badnapur — آرٹس، سائنس وکامرس کالج، بدناپور ضلع جالنہ (مہاراشٹر)
e-mail: ateeqahmedhnl@gmail.com

ڈاکٹر صادق کا پورا نام سیّد صادق علی ہے۔ ۱۰ /اپریل ۱۹۴۳ء کو اُجین میں پیدا ہوئے۔ وہ ۱۹۶۷ء میں مراٹھواڑہ یونیورسٹی سے ایم۔اے اردو کرنے کے لئے اورنگ آباد آئے۔ ڈاکٹر عصمت جاوید شیخ کی زیرِ نگرانی "ترقی پسند اردو افسانہ" پر پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ صادق صاحب مراٹھواڑہ میں دس سال مقیم رہے۔ جس میں سے آٹھ سال پیپلس کالج، ناندیڑ کے شعبہ اردو سے وابستہ تھے۔ اسی دوران ان کے کئی شعری مجموعے شائع ہوئے۔ جن میں "دستخط" اس مجموعے کو اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ دوسرے مجموعہ کا نام "سلسلہ" ہے پھر اس کے بعد "کشاد" شائع ہوا۔ چوتھا شعری مجموعہ "نظمیں، غزلیں گرد آلود" کے عنوان سے ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ان کی مرزا غالب پر تین زبانوں میں مرتب کردہ کتاب "مرزا غالب" بہت مقبول ہوئی۔ جس کے ۱۰۰۰۰ کاپی تھیں۔ اس کے علاوہ کئی تنقیدی کتب بھی آپ سے منسوب ہیں۔ ادبی دنیا میں بطور مترجم کے بھی آپ کی شناخت ہے۔ ڈاکٹر صادق صاحب پیشہ درس وتدریس سے وابستہ رہ چکے ہیں۔ اور حال ہی میں دہلی یونیورسٹی کے شعبہ اردو کی صدارت سے سبکدوش ہوئے۔

ڈاکٹر صادق نے کئی تراجم کیے ہیں۔ انھوں نثری ومنظوم دونوں اقسام کے ترجمے کئے۔ ڈاکٹر صادق نے مراٹھی ڈرامہ "کنیادان" کا اردو ترجمہ کر کے اردو اور مراٹھی زبانوں کے احسانات کا حق ادا کر دیا ہے۔ ویسے تو آپ مشہور شاعر و تنقید نگار کے طور پر مشہور و مقبول ہوئے ہیں۔ آپ نے "کنیادان' کے ذریعے ترجمے کے تخلیقی حسن سے اردو قارئین کو متعارف کرایا ہے۔ اس کارنامے کے لیے آپ کو کئی انعامات سے سرفراز کیا گیا ۔ڈاکٹر صادق صاحب ترجمے کے بنیادی مسائل سے خوب واقف ہیں اسی لئے ان کے ترجمے پر اصل تخلیق کا گمان ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کا یہ مراٹھی کا اہم اردو ترجمہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ نے مراٹھی کے علاوہ انگریزی کے بھی ترجمے کیے، لیکن ان میں آپ کے مراٹھی سے اردو میں ترجمہ کیے گئے "نئی مراٹھی شاعری" اور "کنیادان" اہم ہیں۔

نئی مراٹھی شاعری :

نئی مراٹھی شاعری کے بارے میں ڈاکٹر صادق فرماتے ہیں کہ :

"میں اپنی زندگی کے دس سال مہاراشٹر میں گذارنے اور مراٹھی شعر وادب سے گہری دلچسپی رکھنے کے باوجود اس سے پوری طرح واقفیت کا دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ ملک کی کئی دوسری زبانوں کی طرح مراٹھی ادب بھی مختلف خیموں، قبیلوں میں بٹا ہوا ہے۔ ان سب کے اپنے اپنے رنگ روپ اور انداز ہیں۔ ایک سرے پروے لوگ ہیں جو آج بھی بزرگوں کے نقش قدم پر اس احتیاط کے ساتھ چل رہے ہیں کہ ان کے اپنے قدموں کے نشانات ہی نظر نہیں آتے۔ دوسرے پر وے ہیں جو جدت کے جنون میں سراب لکھتے چلے جا رہے ہیں۔ کسی جگہ وے بھی ہیں جو شاعر کے حدودِ اربع متعین کر

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.69
ISSN No. 2456-1665

کے روایت اور تجربہ کے نام پر مکتبی معیار کا بے روح ادب پیدا کرنے کی کوششوں میں شب و روز مصروف نظر آتے ہیں۔اور ان سب سے الگ تھلگ چند لوگ ایسے بھی ہیں جو ان تینوں خیموں کے روّیوں کو انکار کر مخالفت اور ناپسندیدگی کا رسک لے رہے ہیں۔ان کی شاعری زندگی اور زمین کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔ان میں لفظ کو زندگی دینے کا حوصلہ ہے۔مراٹھی کی عصری شاعری دراصل ان ہی سے عبارت ہے۔" [1]

ڈاکٹر صادق اردو ادب کی دونوں اصناف یعنی نثر و نظم کے ترجمہ نگار ہیں۔نثر میں " کنیادان"آپ کے ترجمہ نگاری کی بہترین کتاب ہے تو وہیں " نئی مراٹھی شاعری" بھی منظوم ترجمہ کی اپنی مثال آپ ہے۔" نئی مراٹھی شاعری" دراصل جدید مراٹھی شاعری سے مختص ہے۔یہ کتاب صادق صاحب کے مراٹھی شاعری کا انتخاب بھی ہے اور ترجمہ بھی۔جیساکہ مترجم نے خود کہاہے کہ مہاراشٹر میں ان کا کچھ عرصے قیام رہا۔آپ نے مراٹھی زبان و ادب کو قریب سے دیکھاہے۔آپ کو مراٹھی زبان سے نہ صرف واقفیت تھی بلکہ بڑی حد تک انسیت بھی تھی چنانچہ آپ اس علاقے سے تو دور ہوئے لیکن مراٹھی زبان و ادب نہ چھوٹا اور مراٹھی کا ڈرامہ و شاعری کا اردو ترجمہ کر کے اس زبان سے اپنا رابطہ قائم رہنے دیا۔

"نئی مراٹھی شاعری" ڈاکٹر صادق کا انتخاب اور اردو ترجمہ ہے۔یہ کتاب ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئی اور اس کے پبلشر " معیار پبلیکیشنز"، نئی دہلی ہیں۔کتاب کا پیش لفظ مترجم کا ہے جبکہ چندر کانت پاٹل کا پر مغز مضمون بنام " نئی مراٹھی شاعری ایک تعارف" مراٹھی شاعری کو سمجھنے میں ایک معاون و مددگار ہے۔اس مضمون کے تحت چندر کانت پاٹل نے اردو قارئین کو مراٹھی زبان، اس کا اندازِ بیاں، اس کی غرض و غائیت نیز مراٹھی کے جدید شعراء کی مختصراً ً لیکن اہم معلومات فراہم کی ہے۔جس سے اردو کے قارئین کو نئی زبان کو سمجھنے میں بڑی مدد ملی اور وہ چندر کانت پاٹل کے ذریعے صادق صاحب کے ترجمے تک پہنچتے ہیں۔چندر کانت پاٹل نے "نئی مراٹھی شاعری"کو ایک کوزے میں بند کرنے کی کوشش کی ہے۔انھیں بھی اس اختصار کا احساس ہے وہ مضمون میں لکھتے ہیں کہ :

> "مراٹھی کی اصلی شاعری کو آگے بڑھانے میں آگے جن شاعروں کی قابل ذکر خدمات رہی ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے میں نے موجودہ شعری صورت حال کا مختصر خاکہ پیش کرنے کی امکان بھر کوشش کی ہے۔عصری شاعری نے ایک طرف سماجی مسائل کو موضوع بنا کر " کمٹمنٹ" کا بیڑا اٹھالیا ہے۔ تو دوسری طرف ذہن کی اندونی پیچیدگیوں سے متلازم ذاتی میلانات کو رد کرتے ہوئے بودھک روّیہ اپنایا لیکن اس درمیان عصری شاعری پر کیے گئے تبصرے (استثناء کے ساتھ) شاعری اور اس کے قارئین کے بیچ کی دوریاں مٹانے میں ناکام ثابت ہوئے ہیں۔آج کل چھپنے والے صحافتی کے انداز کے تبصروں سے ذمہ داری اور فہم وادراک کی توقع کرنا ایک فضول سی بات ہے۔اور اسی وجہ سے شاعری کے بازار میں کئی سطحی قسم کے شاعر اپنے نقلی سکّوں بھنبھنانے میں مصروف نظر آتے ہیں۔یہ حالت شاید سبھی ہندوستانی زبانوں میں چل رہی ہے۔غیر ملکی زبانیں بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں ہیں۔" [2]

نئی مراٹھی شاعری، اس منظوم اردو ترجمے میں اس کتاب میں کل ۱۳ شعراء کے کلام کا انتخاب کیا گیا ہے اور ان کی منتخب نظمیں شامل کی گئی ہیں۔جن میں ارون کولٹ کر، دلیپ پرشوتم چترے، بھال چندر نیماڑے، نارائن سروے، منوہر اوک، وسنت دتاترے گرجا، تلسی گرجا، گرو ناتھ دھری، وسنت آباجی ڈہاکے، آر۔کے جوشی، ستیش کالسے کر۔نام دیو ڈھسال، چندر کانت پاٹل شامل ہیں۔

ارون کولٹ کر جدید مراٹھی شاعری کا سب سے اہم شاعر ہے۔۱۹۵۵ء سے وہ مستقل لکھ رہے ہیں۔ارون نے مراٹھی شاعری کو شہرت، زبان، احساسات کے نئے انداز نئے رجحان، نئے راستے نیز نئے پیکر و نئی علامتیں دی ہیں۔ارون کی شاعری میں ایک طرف ہمیں روایت کی تعمیر نو نظر آتی ہے تو دوسری طرف عصری مسائل پر لکھی گئی نظموں میں انسان کی بے یقینی، ذہنی پراگندگی کے مختلف معیار اور موجودہ جدوجہد کی حقیقی شکل ظاہر ہوتی ہے۔بمبئی کی مقامی زبان و بمبئی کے ماحول پر ان کی نظمیں مشہور بھی ہوئیں اور بحث کا موضوع بھی بنیں۔ان کی نظم " دیے" بمبئی کے ماحول اور ایک حساس شاعر کے احساس و جذبات کی عکاس ہے۔ملاحظہ فرمائیں:

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.69
ISSN No. 2456-1665

دیے

کہیں سے کچھ سڑنے کی بو آرہی تھی

اور میں جیب سے رومال نکالنے ہی والا تھا

کہ میری چھوٹی انگلی نیچے گر گئی

اسے میں نے دوسرے ہاتھ سے اٹھالیا

تو ناک ہی نکل کر آگئی رومال کے ساتھ

جسے رومال میں لپیٹ کر

میں نے جیب میں ڈال لیا

پھر بھی کہیں سے، کچھ سڑنے کی بو آرہی تھی

اس لیے میں نے جیب ہی جیب میں ناک سکوڑ لی

اور دیکھنے ہی والا تھا کہ

چھوٹی انگلی میں کیڑے تو نہیں پڑ گئے

اسی وقت دیے بجھ گئے۳

”نئی مراٹھی شاعری“ اس منظوم ترجمے میں ڈاکٹر صادق نے مراٹھی کے ایک اہم شاعر کو ان کے فن پارے سے متعارف کروایا ہے۔ منوہر اوک مراٹھی کے ایک اہم شاعر اور ناول نگار ہیں۔ ان کا ایک شعری مجموعہ ’ ’آتیا کویتا“ ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ” چرسی“ نامی ناول ایک دھماکہ خیز اور اہم ناول ہے۔ جس میں بمبئی کی گندی بستیوں کے بھیانک اور ننگے حقائق پیش کیے گئے ہیں۔ منوہر کی شاعری پوری طرح سے غیر ملک کے اثرات سے آزاد ہے۔ منوہر ایک طرف ’ ’ ہے پر یے ماڑھے آندھار“ جیسی نظموں میں ذہنی پیچیدگیوں کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ ـــــ ـ ـ بوولیر“ کی نظمیں یاد آجاتی ہیں۔ اور دوسری طرف ”بمبئی“ جیسی نظموں میں گندے پسماندہ علاقوں کی اذیت ناکی کو حقیقی اور یقینی شکل میں پیش کرتا ہے۔ منوہر کی زیادہ تر نظمیں ” ہینگ اووَر“ میں ” ٹیپسی“ میں لکھی ہوئی ہیں اور شاید اسی وجہ سے چترے نے اس پر اوٹومیٹک پوئٹری“ کا الزام عائد کیا ہے۔ منوہر کی لمبی سطروں والی نظموں میں بھی ایسی انوکھی لے ہوتی ہے جو ان میں ظاہر کردہ احساس کو حسن بخشتی ہے۔ کئی نظموں میں منوہر نے ذہنی ” ریٹورِکس کو اپنایا ہے۔“

جو دیا جاتا ہے وہ لے لو

جو دیا جاتا ہے وہ لے لو، اگر لے سکتے ہو تو، مانگو مت

مانگنے سے آدمی ہچکچاتے ہیں

اور یہاں جھوٹے پن کو ترجیح دی جاتی ہے

کر سکتے ہو تو کرو، سادھ سکتے ہو تو، خاص طور پر نہیں

لادنے سے دونوں کو دُکھ ہوتا ہے

اور یہاں دھوکے بازی کو اجازت ہے

سُکھ، آپوں آپ آسان حالت میں ہے، رہتا ہے

Throw Thy self into oblivion, Care Not

اصرار و انکار میں دروازے بند ہو جاتے ہیں

اس کا دھیان رکھو، کھلے حصّے کہیں باہر مت دیکھو

آشیر واد کے پھَن، بھیک کے کھلے دہن

بھلائی کے عجیب پھند، بھرتی کے بند سمجھ لو

بہتری کے بے کار مباش، ناکام ہو جاتے ہیں

اتنا ہی نہیں بلکہ خود پر الٹ جاتے ہیں، یہ سمجھ کر

برتاؤ کرو جیسے بھی ہو، جہاں جاؤ، دوسروں کے فرار کے راستے بند ہو جاتے ہیں

ادھار کی مانگ ٹھیک نہیں ہے

اس سے اندرونی مقصد آڑ بن جاتے ہیں، آڑ ہوتے ہیں

تنہائی کی بھی آڑ مت لو، وہ بھی ایک شر نگار ہے

پچھتاؤں کی بھرپائی لعنت کے قابل ہے

گناہ، غلطی، اقرار دہراؤ مت ۴؎

وسنت آباجی ڈہاکے کا شمار ان جواں فکر شاعروں میں کیا جاتا ہے جن کی نظمیں وجودی رجحان کی مظہر سمجھی جاتی ہے۔ڈہاکے نے جن احساسات کو اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے وہ ہمیں فکری عمل کے ایک " اندھے اختتام" سے روشناس کراتے ہیں۔ بھال چند نیماڑے نے اپنے ناول " کوسلہ " میں جو کچھ کہا ہے ڈہاکے نے اپنی نظموں میں کم بیش ان ہی احساسات کی ترجمانی کی ہے۔ فرد کا سماج سے سنگھرش، تناؤ، تاریخ سے بے تعلقی، رسم ورواج سے بغاوت، بورڈم، وجود کا سوال، موت کا خوف وغیرہ جیسے عصری مسائل سے متعلق سوالات اٹھانے کے باوجود ڈہاکے کی نظمیں ایک قسم کے تصنع کا احساس دلاتی ہیں۔ کسی مرکزی فکر کے فقدان کے بعد " موڈس " سطحی معیار پر رہ جاتے ہیں اور نظمیں سپاٹ بیانیہ میں ڈھل جاتی ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ نظموں کے درمیان لفظ " وجود " کا استعمال کرنے سے کامو اور کافکا کا نام وغیرہ کے نام دس پندرہ سطر لکھ دینے سے کوئی بھی نظم " وجودی شاعری " کی مثال نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس رویے سے قائم شدہ شعری معیار و اقدار کا ڈسٹرکشن ہوتا ہے۔۔۔۔۔یہی وجہ ہے کہ ڈہاکے کا پہلا مجموعہ " یوگ بھرشٹ " نیماڑے اور گرجر کے موضوع اور اسلوب کے طلسم سے باہر نہ نکل سکا۔ذیل کی نظم " مٹی کا فلسفہ " شاعر کی بصیرتی انداز کا بھی بہترین نمونہ ہے۔

مٹی کا فلسفہ

اس دیش کی مٹی میں سونا اُگتا ہے

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.69
ISSN No. 2456-1665

پتے جھڑ گئے

کیچڑ میں پھنسا رہ گیا یہ ایک پیڑ

اس کیچڑ زمین کے اندر

: کھانستا ہوا مینڈک اکیلے ہی جاگ رہا ہوگا

:اس کے سر پر چھوٹا سا تاج

راجا وغیرہ وغیرہ۔۔۔۔۔۔

سامنے مٹی کھا کر

مست پڑے ہوئے دس بیس مینڈک

یہاں وہاں بکھری ہوئی سوا یک چھوٹی چھوٹی قبریں

اس پیڑ کی کھال کے اندر بھی

باریک مہین کیڑوں کا ایک چھوٹا سا دیش

عدلیہ، مندر، پیدائش و موت رجسٹر دفتر

بدعنوانی، رشوت خوری وغیرہ وغیرہ

اس پیڑ کی جڑیں

زمین کے اندر بہت دور تک پھیلی ہوئی

ایسے جہنم تک، مرسلہ ۱۹۶۹ء

رحم میں پانی بھر گیا ہے

ہتھیلی بھر خندق

ٹوکری بھر مٹی ۵

گروناتھ دُھری نے پو۔ شی۔ ریگے کے بعد شاعری کو زیادہ غنائی بنایا۔ گلوریہ میں شامل دُھری کی تمام نظمیں ذہنی کشمکش سے پر ہیں۔ یہ کشمکش قارئین کے ذہنوں میں ابھر آتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دھری کی نظموں میں انفرادی تجربہ ایک آفاقی تجربہ میں ضم ہو کر اس کی شاعری کی قدر عطا کرتا ہے۔ بیش تر نظمیں رومانی علامتوں اور پیکروں کی حامل ہوتی ہوئی بھی کوری جذباتیت کی شکار نہیں۔ چند نقادوں نے دُھری کی نظموں میں " مائتھو پوئیٹک امیجری" کے غالب عنصر کی نشاندہی کی ہے۔ دُھری اپنی نئی نظموں میں محاکاتی انداز میں نظموں کا کسی المیاتی اختتام پر ہوتا ہے۔ بعض اوقات ان کی نظموں میں اختتامی سطروں میں تصنع کی جھلک صاف دکھائی دیتی ہے۔ لیکن ایسی نظمیں کم ہی ہیں۔

Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.69
ISSN No. 2456-1665

ایک لڑکی اور کوّا

ایک لڑکی کے ہاتھ پھول توڑ رہے ہیں
اور اس کی خاطر پیڑ ہی جھک گیا ہے
پیڑ کے پرندوں کو وہ ایک نیا گیت دے رہی ہے
ایک ایک پھول لیتے ہوئے
پیڑ میں سے نظر آنے والے اس طرف کے سمندر کو۔۔۔۔۔

یاد ہے
گذری ہوئی ایک ایک صبح

اس لڑکی کے چلے جانے ساتھ
اس کے سامنے سے کرکش چیختے ہوئے، سمندر کی راہ
چینی گلاب کی شاخیں چھو کر ایک کوّا اڑ جاتا ہے
تب اس کے ہاتھوں سے تمام پھول جھڑ جاتے ہیں
دل میں خوشبو رکھ کر۶

حوالہ جات:

۱۔ پیش لفظ، ڈاکٹر صادق، نئ مراٹھی شاعری۔ ص۸
۲۔ نئ مراٹھی شاعری: ایک تعارف، چندرکانت پاٹل، نئ مراٹھی شاعری۔ ص۱۱
۳۔ نئ مراٹھی شاعری، ڈاکٹر صادق۔ ص۱۳
۴۔ نئ مراٹھی شاعری، ڈاکٹر صادق۔ ص۴۱
۵۔ نئ مراٹھی شاعری، ڈاکٹر صادق۔ ص۳۹۱
۶۔ نئ مراٹھی شاعری، ڈاکٹر صادق۔ ص۲۸۸

☆ ☆ ☆